وحی کی حقیقت - ایک جائزہ

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ میں فرسٹ ائیر میں پڑھتا تھا' اس زمانے میں شاعری کیا کرتا تھا' ایک مشاعرہ کے لئے میں نے غزل لکھی اور اپنے دوست کو دکھائی' پھر مشاعرہ میں گیا' مجھ سے پہلے مشاعرہ میں وہ غزل پڑھ دی گئی اور میں مشاعرہ سے واپس آگیا۔ میں کشف والہام کا اتنا قائل نہیں ہوں لیکن شہیدی صاحب کے مقالہ کے بعد میں ان کے کشف کا قائل ہو گیا ہوں۔ یا تو انہوں نے میرا مقالہ چرا لیا ہے یا انہیں کشف ہو گیا اور وہ میری تقریر کا آدھا نصف چوتھائی کر کے آرام سے پڑھ گئے ہیں میں نے جو ان کی گفتگو سنی اس پر ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالی ایسے لوگوں کی توفیق میں مزید اضافہ فرمائے۔ ان کی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ ایک ذرا سی احتیاط کرنی پڑے گی وہ یہ کہ وحی کا لفظ شہد کی مکھی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور ام موسی کے لئے بھی استعمال ہوا ہے :

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى

ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی (۱)

یہ لفظ شیطان کے لئے بھی استعمال ہوا ہے :

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ

اور شیاطین اپنے دوستوں کو مخفی طور پر القاء کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے مجادلے اور جھگڑے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں (۲)

یہ ایک رعایت لفظی ہے قرآن مجید میں وحی کا لفظ ان معنوں میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے جن معنوں میں عام طور پر عرب لوگ استعمال کیا کرتے تھے لیکن آقائے نامدار محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اس لفظ کے قطعی اور اصطلاحی معنیٰ طے کر دیئے گئے اور اس پر امت کا اجماع ہو گیا اس اجماع میں ایک بات واضح کر دی گئی کہ وحی کا دروازہ بند ہے۔ اور الہام کا راستہ کھلا ہے۔ کشف کا

راستہ کھلا ہے۔ القائے ربانی کا راستہ کھلا ہے۔

لفظ وحی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء سے کلام کرتا ہے اور یہ کلام کرنا تین طریقوں سے ہے۔ وحی جو کسی شخص کو نبی بنا دیتی ہے قطعی اور اصطلاحی معنوں میں صرف نبی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ البتہ اولیاء اللہ کے لئے جب یہ مفہوم استعمال ہوا تو القاء کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

وحی کا لفظ اگر آپ نے اولیاء کے لئے استعمال کر لیا تو غلام احمد قادیانی کا راستہ آپ نہیں روک سکیں گے۔ وہ اسی راستے سے آیا پہلے ولی بنا پھر مذکی بنا پھر اس نے کہا تھوڑی سے اور پروموشن چاہیے۔ غلام احمد قادیانی پر وحی سے انکار نہیں ہے انکار اس بات سے ہے کہ یہ وحی ربانی نہیں ہے بلکہ ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم بس اتنی سی احتیاط کرنی پڑے گی دوسری بات کشف والہام کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ جیسا کہ شہیدی صاحب نے فرمایا یہ درست ہے تزکیہ باطن کے نتیجے میں بھی ایسا ہوتا ہے محنت کے نتیجے میں بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ بہت بڑا ریاضی دان ہے محنت کرتے کرتے اس کو القاء ہو جاتا ہے۔ بہت بڑا سائنسدان ہے محقق ہے دن بھر رات بھر اسی میں لگا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو راستہ دکھا دیتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیاہم ضرور انھیں اپنی راہ کی ہدایت دیں گے(۳)

لیکن یہ تمیز کرنا بہت مشکل ہے کہ کسی انسان کے لئے کہا جائے کہ القاء ربانی ہے یا القائے شیطانی ہے ایسے القاآت کو معیار قرار نہیں دیا جا سکتا خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو چاہے تزکیہ باطن کے نتیجے میں اسے الہام ہوا ہو یا کشف کے طریقے یا محنت کے نتیجے میں ہو اس کو معیار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ معیار حق صرف اللہ کا کلام ہے اور رسول اکرمؐ کی سنت طیبہ اور آپ کا قول ہے 'یہ معیار حق ہے۔ اگر اس کو معیار حق قرار نہ دیں گے پھر ہمارے لئے اور مصیبتیں کھڑی ہونگی آپ ایک الہام لے کر آئیں گے میں دوسرا الہام لے کر آوں گا ہمارے الہام اوپر نیچے آپس میں کرائیں گے' ہم مشکل میں پڑ جائیں گے لہٰذا معیار حق کسی کو بھی قرار نہیں دیا جا سکتا اگر ایک شخص کو بار بار الہام ہو رہا ہے کشف ہو رہا ہے اشارہ ہو رہا ہے تو زیادہ سے زیادہ اگر حجت بنے گا تو اسی شخص کے لئے بنے گا امت کے لئے نہیں بنے گا' یہ دوسری احتیاط کی بات ہے جو نظر میں رہنی چاہیے ایک بہت خوبصورت جملہ کہا جاتا ہے۔

Genious is 99% perspiration and 1% is inspiration

Genious جو99فیصد ہوتا ہے وہ پسینہ ہی پسینہ ہوتاہے 99٪ محنت ہی محنت ہوتا ہے اور اس 99٪ فی صد محنت کے نتیجہ میں خداتعالی 1٪ فی صد اس پر الہام وارد کر دیتا ہے یہاں تک جو بات درست ہے مان لیتے ہیں لیکن انہوں نے اس کو آگے بڑھایاdevelop inspirationہوتے ہوتے وحی بن جاتا ہے یہ Inspiration turns into revelation

یہ ہمارا حق ہے اس لئے جو شخص الہام حاصل کر رہا ہے وہ تو سال بہ سال محنت کرتا ہے۔ خواہ وہ ہندوں میں سے ہو عیسائیوں میں سے ہو یا یہودیوں میں سے ہو اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کا تعلق باطنی محنت سے ہے اس کا تعلق ریاضت سے ہے وہ اسے حاصل کرے گا۔ وہ جب محنت کر رہا ہوتا ہے اس کی توقع کرتاہے کہ میں نے اتنی محنت کی اس کا ثمر ملنا چاہیے۔ جبکہ کسی پر وحی آتی ہے تو وہ حیران ہو جاتا ہے چکر کیا ہے ڈر جاتا ہے مجھے نہ جانے کیا ہو گیا ہے بیوی سے کہتا ہے مجھے آسیب ہو گیا ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا مجھے کمبل اڑھادو پریشان ہوتا ہے اسے پتہ چلتا ہے اس کی قوم اس کے ساتھ یہ سلوک کرے گی مارا جائے گا پیٹا جائے گا جلا وطن کیا جائے گا پریشان ہوتا ہے حیران ہوتا ہے ایسا کیوں ہوگا۔ اللہ کے نبی کو توقع نہیں ہوتی کہ وہ نبی بنے گا وہ اس انتظار میں نہیں بیٹھا ہوتا کہ وہ نبی بنے گا زندگی کے پروگرام میں منصوبے میں اس کے نبوت و رسالت شامل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے وعدا" عطیۃاس کو دی جاتی ہے اللہ تعالی کی طرف سے ایک انتخاب ہوتا ہے اللہ تعالی جس کو چاہے بخش دے کسی کا کوئی زور نہیں ہے یہ ان دیکھی بات ہے۔ یہاں پر مستشرقین کوایک غلطی ہوئی ہے وہ سمجھے ہیں یہ وحی بھی الہام یا کشف کی القائے ربانی کی developing شکل ہے کہ کہ جب زیادہ developہو جاتی ہے تو نبوت بن جاتی ہے یہ صورتحال غلط ہے۔ عزیزان گرامی مولانا جلال الدین رومی رحمت اللہ علیہ نے مثنوی میں ایک خوبصورت حکایت بیان کی بلکہ ایک شعر ہے جس میں خوبصورت مثال آگئی ہے فرماتے ہیں کہ

(بود مورے ہوسی داشت کہ در کعبہ رسد)

ایک چیونٹی تھی جس کو خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کعبہ پہنچ جائے اللہ کے گھرمیں۔ چیونٹی کی اپنی قوت ہے اپنی رفتار ہے چال ہے محنت ہے صلاحیت ہےاستقلال perseverance ہے سب کچھ ہے لیکن راستے میں دریا بھی ہیں راستے میں کھائیاں بھی ہیں چیونٹی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ چلتے چلتے یہ ساری کھائیاں وادیاں دریایہ پہاڑ سمندر عبور کر کے اللہ کے گھرمیں پہنچ جائے بالکل یہی صورتحال انسان کی ہے۔ انسان میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ اس کے سوچنے کی صلاحیتیں ہیں اس کی فکر اس کی عقل

ایک بہت بڑی طاقت ہے جو اللہ نے اس کو دی ہے لیکن محدود ہے اور یہ عقل اصل میں Material Raw لیتی ہے حواس خمسہ سے' یہ کھڑکیاں جو اللہ نے رکھی ہوئی ہیں دیکھنے کی طاقت سننے کی طاقت سونگھنے کی طاقت چھونے کی طاقت چکھنے کی طاقت اس میں Raw Material لیتی ہے انسان مواد حاصل کرتا ہے Revenriz کرتا ہے۔ عقل اس کے اندر ایک ربط اور رشتہ قائم کر کے ایک نتیجہ نکالتی ہے جس کو ہم تعقل کہتے ہیں تفکر کہتے ہیں اور اس فکر کے نتیجہ میں وہ زندگی گزارتا ہے اس تعقل فکر اور سمجھ کے نتیجے میں نتائج نکالتا ہے لیکن نتائج اس کے سارے حواس خمسہ سے ملتے ہیں حواس خمسہ کی دو مجبوریاں ہیں۔ ایک مجبوری یہ ہے کہ محدود ہے۔ میں ایک محدود فاصلے تک دیکھ سکتا ہوں اس سے آگے نہیں ایک محدود فاصلے تک سن سکتا ہوں اس سے آگے نہیں یہی حال دوسری قوتوں کا ہے کہ جب دیکھنے سننے میں ساری طاقتیں محدود ہیں تو تفکر و تعقل بھی محدود ہو گا یہ پہلی خرابی ہے۔ دوسری خرابی اس سے زیادہ خطرناک ہے کہ حواس خمسہ جو دو بیماریوں کا شکار ہے ایک illusion جو دوسرا Helsorination ' illusion یہ ہوتا ہے

کہ ایک چیز جس حال میں ہے اس حال میں نظر نہ آئے بلکہ وہ بگڑی ہوئی حالت میں نظر آئے دیکھنے میں سورج ہے۔ بچے سے پوچھیں یا کسی بھوکے سے پوچھیں وہ کہہ دے گا روٹی' چاند دیکھنے میں چھوٹا نظر آئے لیکن بہت بڑی چیز ہے۔ سورج دیکھنے میں ایک چپاتی نظر آتی ہے لیکن وہ بہت بڑی چیز ہے۔ بہت سی چیزیں ہمیں چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن وہ بڑی ہوتی ہیں بہت ساری چیزیں بڑی نظر آتی ہیں لیکن چھوٹی ہوتی ہیں وہ کسی اور رنگ میں ہوتی ہے اور کسی اور رنگ میں نظر آتی ہے اس کو illusion کہتے ہیں۔ ایک یوں کہہ سکتے ہیں آپ صحرا میں جا رہے ہیں آپ کو سامنے سمندر نظر آتا ہے پانی نظر آتا ہے جبکہ وہ پانی نہیں ہوتا ریت ہوتی ہے اس کو illusion کہتے ہیں۔ یہاں ہماری آنکھیں ہمیں دھوکہ دیتی ہیں حواس خمسہ ہمارے ساتھ وفا نہیں کرتے ہیں ہمیں دھوکہ دیتے ہیں ایک Helorination ہوتا ہے یہ ایک مرضی کیفیت ہے یہ حواس خمسہ کی ایک مرض ہے کہ ایک چیز سامنے نہیں ہوتی لیکن نظر آتی ہے وہ انسانی تخیل کی ایک پیداوار ہوتی ہے اس کو Helorination کہتے ہیں حواس خمسہ ان دونوں بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں نتیجہ کے طور پر غلط معلومات فراہم کرتے ہیں انسان کی عقل بھٹک جاتی ہے

اس کی فکر اور اس کے نتائج جو ہوتے ہیں وہ Defund ہوتے ہیں اسی وجہ سے انسانی عقل پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لمحے میں ایک بہت دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ اس وقت آمنے سامنے ہیں

لیکن آپ سے صرف یہ پوچھ لوں کہ یہ ثابت کر دیجئے کہ ہم جاگ رہے ہیں سو نہیں رہے تو بڑی مشکل ہوگی ہم مشکل میں مبتلا ہو جائیں گے اگر منطقی طور پر آپ کہیں گے کہ ہم ثابت کر دیتے ہیں کہ ہم جاگ رہے ہیں ہم آپ کو گھونسہ مار دیتے ہیں آپ کو پتہ چل جائے گا ہم جاگ رہے ہیں سو نہیں رہے ہم نے خواب میں کئی بار گھونسے کھائے ہیں اس سے تو کوئی ثابت نہیں ہوتا کہ ہم جاگ رہے ہیں۔ ہم خواب نہیں دیکھ رہے ہیں کیا حواس خمسہ ہم سے دھوکا نہیں کر رہے ۔ ہمارے خواب کو ہماری بیداری قرار دے دیں ہمارے وہم کو بصارت قرار دے دیں۔ اس حوالے سے دیکھیں تو انسانی فکر انسانی عقل اور حواس خمسہ پر مبنی ساری کی ساری سوچ اور نتائج جو ہیں وہ تذبذب پریشانی اور بے یقینی کا شکار ہیں اور زندگی کبھی بے یقینی کے راستے نہیں گذاری جا سکتی کیونکہ بے یقینی صرف بے عملی عطا کرتی ہے یعنی جہاں جہاں آپ کو بے یقینی ہوگی وہاں آپ عمل سے کترا جائیں گے آپ فوراً پیچھے ہٹ جائیں گے زندگی بے یقینی کے سہارے نہیں گذاری جائے گی یہاں تو یقین چاہیے اس اعتبار سے ہم اس چیونٹی کے چکر میں مبتلا ہیں جن کے اندر استقامت موجود ہے وہ کعبہ میں جا سکتی ہے اس کا حل جلال الدین رومی دیتے ہیں کہ

بود موری ہوسی داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

چیونٹی کی خواہش تھی کہ وہ کعبہ پہنچے اسے کبوتر مل گیا اس نے کبوتر کے پاؤں کو پکڑ لیا کبوتر اڑا اور کعبہ پہنچ گیا اسطرح چیونٹی بھی کعبہ پہنچ گئی۔ یہاں ہادی کی ضرورت ہے یہاں مرشد حقیقی کی ضرورت ہے جس کا پاؤں پکڑ لیا جائے۔ ہاں میں ادھر ہی جا رہا ہوں تم بھی چلے آؤ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہہ دیجئے (اے رسولؐ) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا(۴)

اے نبی ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم سچ مچ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ زندگی کو میرے رنگ میں رنگ لو اپنی پسند کو اپنی ناپسند کو اپنے نظریات کو اپنے افکار کو اپنی سوچ کو اپنے حواس خمسہ کو ہر چیز کو مجھ میں ملحق کر دو اس کو اتباع کہتے ہیں کہ مضبوطی سے پاؤں پکڑ لو حرم کبوتر کا کہ جب وہ اڑان لے گا جہاں وہ پہنچے گا آپ بھی پہنچ جائیں گے۔ آپ غور فرمائیں اور دیکھیں انسانی عقل بہت بے بس ہے انسان کا سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ میں کون ہوں؟ آپ کون

ہیں؟ آپ کا اور میرا رشتہ کیا ہے؟ cruses of identety equation انسان کا جو مسئلہ ہے وہ یہ کہ اپنی پہچان کھو بیٹھتا ہے۔اپنا منصب اپنا مقام' اپنی تخلیق کا مقصد اور اپنی منزل کو گنوا بیٹھتا ہے اس کی کیفیت بالکل اس شخص جیسی ہوتی ہے جیسے ہم جا رہے ہوں اور راستے میں کوئی آدمی ملے آپ اس سے پوچھیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ وہ کہے کہ پتہ نہیں یہاں کیسے آئے؟ کس نے بھیجا ہے؟ وہ کہے پتہ نہیں بھائی کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہے پتہ نہیں تو آپ کا جی چاہے گا کہ اس کو گاڑی میں بٹھائیں فوراً" ہسپتال لے جائیں کیونکہ وہ بے چارہ ذہنی طور پر بیمار ہے لیکن عزیزان گرامی آپ غور کریں تو پوری کی پوری انسانیت اس مرض میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی پہچان کھو بیٹھی ہے کس نے اس کو دنیا میں بھیجا کیوں بھیجا کس مقصد کے لئے بھیجا اس کی منزل کیا ہے اس کا ٹھکانہ کیا ہے اس منزل تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے کیا خوب ہے کیا ناخوب۔ آپ اندازہ کریں کہ کتنے فلاسفر آئے لیکن ایک مسئلہ اب تک طے نہیں ہوا کہ کیا خوب ہے کیا نا خوب ہے۔

خیر کی اور شر کی کوئی ایک defination آپ بتا دیں۔ جتنی بھی تعریفیں آج تک ہوئی ہیں اب تک انسان یہ طے نہیں کر سکا شر کیا ہے۔ انسان عقل کے راستے سے' فلسفے کے راستے سے یہ طے نہیں کر سکا کہ کیا وہ کسی Automation کا شکار ہے وہ کسی خود رو پودے کی طرح وجود میں آگیا ہے یا اس کی تخلیق کا کوئی بہت بڑا مقصد ہے۔ کسی نے اس کو بھیجا ہے کسی بہت بڑے مشن پر' کسی بہت بڑے کام پر بھیجا ہے پھر اس کا انتظار بھی کر رہا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے آتے آتے راستے میں آگ یا دریا میں گر جاتے ہو کسی نے مشن پر بھیجا ہے اور وہ انتظار بھی کر رہا ہے یہ ایک بات لیکن اس بات کا فلسفے کی اڑھائی ہزار سالہ تاریخ میں بھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے مقصد ہے بھی یا نہیں یہاں وہ نتیجہ نکلتا ہے جو نظیر اکبر آبادی نے کہا

جس کام کو آیا تھا جہان میں تو نظیر
خانہ خراب تجھ سے وہی کام رہ گیا

جس کام اور مشن پر اللہ تعالی نے بھیجا تھا بے شک اس کے سوا سب کچھ کر لیا بس ایک وہی کام رہ گیا بچپن میں ایک ہم لطیفہ سنا کرتے تھے یار بڑی محنت کی' بہت ہمت کی' بڑا خرچہ کیا' گاڑی کا خرچہ کیا' یار جس کو چڑھانے آئے تھے وہ تو نیچے ہی رہ گیا' جس کام کو آئے تھے وہ چھوڑ گئے وہی کام رہ گیا باقی ادھر ادھر ساری محنت کر لی بڑی محنت کی صبح سے شام تک محنت کی اور موت کے ایک جھٹکے نے سب پر خط تنسیخ کھینچ دیا۔

الھکم التکاثر تمہیں غافل کئے رکھا دولت جمع کرنے کی دوڑ نے حتی زرتم المقابر حتی کہ تم اچانک قبروں میں تشریف لے آئے بہت تیز دوڑ لگائی ہوئی تھی دولت جمع کرنے کی' دولت سمیٹنے کی' شہرت' عزت اور ریاکاری کے چکر میں پڑنے کی۔ جب قبروں کے اندر تشریف لے آئے تو کروڑوں کی جائیداد محلات' مکانات تھے' کرسی صدارت تھی' وزارت تھی لیکن ایک موت کے جھٹکے نے کسی کا لحاظ نہیں کیا سب ختم ہوگیا اور پتہ یہ چلاکہ آخر میں جو سکہ آخرت کا ہے وہی کام آئے گا۔ وحی الہیٰ ہے وحی ربانی ہے جو اللہ کے نبی پر آتی ہے جو ہمیں سارے جھنجال سے جھگڑے سے نجات دیکر ایک فیصلہ کن بات بتا دیتی ہے جس میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا کوئی شک اور کوئی تذبذب نہیں ہوتا۔ اب دیکھئے کہ وحی اور غیروحی کی حالت دونوں میں کچھ فرق ہیں۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ایک صاحب وحی جب بات کرتا ہے تو وہ یہ نہیں کہتا کہ میری برسوں کی سوچ کا یہ نتیجہ ہے وہ اپنی طرف کوئی بات منسوب کئے بغیر اور کوئی کریڈٹ لئے بغیر کہتا ہے کہ سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ یہ ایک امانت ہے جو تمہاری طرف منتقل کر رہا ہوں مجھے اللہ نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ قطعی پیغام بھیجا ہے اس میں میری سوچ کا کوئی دخل نہیں ہے کسی قسم کے شک تذبذب کا کوئی امکان نہیں ہے صورتحال یہ ہے کہ تمہیں اللہ نے پیدا کیا ہے اس کام کے لئے بھیجا ہے یہ تمہاری منزل ہے یہ تمہارا راستہ ہے وہ تمہارا معبود حقیقی ہے جو تمہارے انتظار میں ہے ایک سیدھی سیدھی بات وہ بیان کرتا ہے جس میں ایک مشن بھی ہے۔ ایک مقصد بھی ہے ایک مقام بھی ہے ایک منصب بھی ہے۔ یہ سب بڑی آفتیں ہوتی ہیں کہ انسان اپنا منصب بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو منصب سے سرفراز کرے' بیٹھے کرسی پر ہوں' آپ کسی عدالت میں جج ہوں آپ کے سامنے مدعی ہو مدعا علیہ ہو اور فائلیں رکھی ہوں گواہ کھڑے ہوں اور اتنے میں اللہ نہ کرے کہ آپ اتنی سی بات بھول جائیں کہ میں کون ہوں اور یہاں کیوں بیٹھا ہوں کیا تکلیف ہے آپ کیوں کھڑے ہیں۔ سامنے جو فائلیں رکھی ہوئی ہیں وہ ردی کا کاغذ نظر آئے گا وہ لوگ گواہ' مدعی و مدعا علیہ جو کھڑے ہیں آپ کو ایک انبوہ نظر آئے گا غیر ضروری قسم کے لوگ نظر آئیں گے حتیٰ وہ بھی جنہیں آپ نے خود بلا رکھا ہے' ہر چیز آپ کے لئے بے قیمت چیز بن جائے گی۔ اس سے آپ کا تعلق equation ختم ہو جائے گی صرف اتنی سی بات ہے کہ آپ اپنی پہچان گنوا بیٹھے۔ وحی الہیٰ کا سب سے بڑا Contribution یہ ہوتا ہے کہ وہ آپ کو آپ کی پہچان عطا کرتا ہے کہ آپ کیا ہیں' آپ کا اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ آپ کا اللہ کے رسولؐ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ آپ کا اللہ کے رسول کی آل سے کیا تعلق ہے؟ صحابہ کرام سے کیا تعلق ہے؟ اولیا اللہ اور آئمہ کرام سے کیا تعلق ہے؟ والدین

سے رشتہ داروں سے ہمسائیوں سے اس دنیا سے کائنات کی ہر ہر شے سے آپ کی relation کیا ہے یہی relation definetly آپ کو معلوم ہو جاتی ہے آپ ان کے ساتھ جو "behaviour" رویہ کرتے ہیں وہ فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتا ہے' ورنہ غلط ہو جاتا ہے یہ وحی کی اصل contribution ہے اور اس کو سمجھنے سمجھانے کے لئےاپنے انبیاء بھیجے کتابیں بھیجیں اب یہ ہے کہ ہدایت دو طریقوں سے آتی ہے وحی کس کو کہتے ہیں ہم جب سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں ہم کہتے ہیں

اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جب see off کر رہے تھے وہاں سے یہاں بھیجا تھا پوسٹنگ پہ بھیجا تھا۔ جیل میں نہیں بھیجا کسی مشن اور کام پہ بھیجا یہ بہت بڑا فرق ہے عیسائی عقیدے میں اور ہمارے عقیدے میں۔ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی۔ ذلت نہیں فرمائی۔ اس کے بعد ادھر بھیجا اور کہا ہم بھیج تو رہے ہیں لیکن وہاں دنیا ہے خوف کی جگہ غائیت کی جگہ۔ کندھے سے کندھا گھسانا پڑے گا مقابلہ کرنا پڑے گا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى

جس وقت میری ہدایت تمہارے پاس آئے جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ
تو وہ گمراہ ہوگا اور نہ ہی رنج و تکلیف میں مبتلا ہوگا(۵)

دیکھو یہاں سے تمہیں پے در پے مسلسل ہدایت ملتی رہے گی جس نے میری اس ہدایت کو وحی کو اپنائے رکھا۔ پس ان لوگوں کو خوف ورنج نہیں ہوگا غم نہیں ہوگادنیا میں یہ دو ہی کانٹے ہیں جو دنیا میں انسان کی زندگی میں چبھتے ہیں۔ کسی انسان کو رنج و غم ہو جاتا ہے کسی انسان کو ڈر ہو جاتا ہے خوف ہوتا ہے۔

اللہ نے فرمایا ان لوگوں کو خوف و حزن نہیں ہو گا اگر میری ہدایت پر عمل کریں گے۔ ابھی ہدایت دو طریقوں سے ہو گی اللہ سے مانگا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اللہ نے وعدہ کیا تھا جب چھوڑنے آئے تھے see off کرنے آئے تھے فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى وعدہ فرمایا تھا ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت عنایت فرمائیں تو فورا" اس کا جواب اگلی سطر میں ملتا ہے اگلی سورہ کی پہلی سطر الم ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہ آسمانی مقدس کتاب ہے ذالک الکتاب یہ آسمانی کتاب مقدس اور وحی کے ذریعے نازل شدہ کتاب ہے ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت کی دعا مانگ رہے ہیں تو یہ متقی بننے کے لئے راستہ ہے متقین کے لئے یہ طریقہ ہے لیکن ہم صرف یہیں پر بس نہیں کرتے بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

خدا میرا اور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ (٦)

عزیزان گرامی دل والی آیت میں بھی دل کی چیخیں نکل جاتی ہیں انسان کی منزل اسکا کام جنت ہے اور جنت کے کسی محل میں رہنا اور نہر میں ڈبکی لینا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ راستہ سیدھا ہے جو مجھ پر آکر ختم ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں پھر کہا گیا **صراط الذین انعمت علیھم** ہمیں کچھ اور بھی چاہیے ہمیں صرف کتاب نہیں چاہیے ہمیں کتاب والا بھی چاہیے **صراط الذین انعمت علیھم** ہمیں راستہ دیجئے ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا یہ کون لوگ ہیں قرآن مجید کہتا ہے:

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

جو شخص خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ ایسے لوگوں کا ساتھی ہوگا جن پر اللہ نے اپنی نعمت تمام کردی اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے ہیں اور وہ بہترین رفیق ہیں۔ (٧)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو نبیوں میں سے ہیں، صدیقین میں سے ہیں، شہداء میں سے، صالحین میں سے ہیں۔ تو معلوم ہوا ہمیں صرف کتاب نہیں چاہیے بلکہ کتاب پر عمل کرنے والا، کتاب پر عمل سکھانے والا، کتاب کو معاشرے میں برپا کرنے والا بھی چاہیے ایسا انقلابی بھی چاہیے جو اس کو صرف مدرسوں مسجدوں لائبریریوں تک محدود نہ رکھے بلکہ وہاں سے نکال کر کسی معاشرے میں برپا کر دے، نافذ کردے ہمیں وہ بھی چاہیے وہ بھی ہماری ضرورت ہے۔ **صراط الذین انعمت علیھم** ان لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے انعام فرمایا جنہیں تو نے نعمتیں عطا فرمائیں معلوم ہوا ہمیں کتاب بھی چاہیے اور کتاب کے ساتھ کتاب والا بھی چاہیے کتاب کی عملی زندگی چاہیے یہ بالکل ایسے ہے جب بچپن سے سائنس پڑھا کرتے تھے۔ میٹرک میں، ایف ایس سی میں ایک طرف سائنس کی کتاب ہوتی تھی جسے تھیوری کہتے ہیں اور ایک طرف ہمارے پاس لیبارٹری تھی جس میں پریکٹیکل کرتے تھے اس کے بغیر سائنس سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ قرآن مجید کی کتاب جو ہمارے گھروں میں رکھی ہے یہ تھیوری ہے اور کتاب والا جو ہے، اس کی پوری زندگی اس کا پریکٹیکل ہے۔ وحی دو شکل میں آتی ہے اور یہ ہے مفہوم اس آیت کا جو میں نے شروع میں پڑھی:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

اور وہ ہرگز ہوائے نفس سے بات نہیں کرتا جو کچھ بھی وہ کہتا ہے وحی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (۸)

حضور اکرم ﷺ اپنی خواہش سے اپنی ھوٰی سے گفتگو نہیں فرماتے ان ھو الا وحی یوحی بلکہ آپ کی ساری زندگی آپکی ساری گفتگو وحی ہے جو اللہ کی طرف سے آپ پر مسلسل نازل کی جاتی ہے چاہے وہ کلام کی شکل میں، عمل کی شکل میں، پسند یا ناپسند کی شکل میں ہو، جس طرح سے بھی ہو اس کا عملی ظہور ہو گا، وہ چلتا پھرتا قرآن ہوگا۔ وہ وحی کی عملی شکل ہو گی، عملی صورت اور وحی الٰہی کا عملی ظہور ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) سورہ قصص آیت :۷

(۲) سورے الانعام:۱۲۱

(۳) العنکبوت :۶۹

(۴) آل عمران :۳۱

(۵) طٰہٰ: ۱۲۳

(۶) آل عمران :۵۱

(۷) نساء :۶۹

(۸) سورے نجم :۴

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (الحجرات۔ ٦)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا دو اور پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔